کلمۂ طیبہ کا معنی اور اس کے تقاضے

فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ
(سنیئر رکن کبار علماء کمیٹی، سعودی عرب)

ترجمہ: طارق علی بروہی
مصدر: لا إله إلا الله مكانتها، فضلها، وأركانها، شروطها، معناها.
پیشکش: توحیدِ خالص ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کچھ ہم نے پہلے بیان کیا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لا الہ الا اللہ کا معنی ہے، "لا معبود بحق إلا أله واحد" (معبود برحق نہیں ہے مگر صرف ایک اکیلا معبود) اور وہ ہے اللہ وحدہ لاشریک لہ کیوں کہ وہ ہی اکیلا عبادت کا مستحق ہے۔ چناچہ یہ عظیم کلمہ اس بات پر مشتمل ہے کہ جو بھی اللہ تعالی کے سوا سارے معبودات ہیں، وہ درحقیقت الہِ حق نہیں اور بے شک وہ سب باطل ہیں، کیونکہ یقیناً وہ عبادت کے مستحق ہرگز بھی نہیں ہیں۔

اسی لیے اکثر مقامات پر جب اللہ تعالی کی عبادت کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ ہی اس کے سوا ہر ایک کی عبادت کی نفی کی جاتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی کی عبادت غیر کی شراکت کے ساتھ صحیح نہیں۔

اللہ عزوجل کا فرمان:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـــًٔا﴾ (النساء:36)

(اور اللہ تعالی کی عبادت کرو اور کسی کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ کرو)

اور اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ (البقرہ:256)

(پس جس نے طاغوت سے کفر کیا اور اللہ تعالی پر ایمان لایا تو اس نے ایسا مضبوط کڑا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں، اور اللہ تعالی ہر چیز سننے والا اور ہر بات کا علم رکھتا ہے)

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل:36)

(بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَكَفَرَ بِمَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللهِ، حَرُمَ مَالُهُ، وَدَمُهُ“[1]

(جولا الہ الا اللہ کہے اور جس کی اللہ تعالی کے سوا عبادت کی جاتی ہے اس کا انکار کرے تو اس کا مال وجان حرام ہے)۔

اور ہر رسول نے اپنی قوم سے یہی کہا کہ:

﴿اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ (الاعراف:59)

(اللہ تعالی کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا کوئی الہ (حقیقی) نہیں)

اور اس کے علاوہ بہت سے دلائل موجود ہیں۔

امام ابنِ رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس معنی کا حق ادا کرنا اور اس کی جو وضاحت ہے اس طور پر ہے کہ جب بندہ کہتا ہے: لا الہ الا اللہ تو یہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اس شخص کے لئے کوئی الہ (معبود حقیقی) نہیں ہے اللہ تعالی کے سوا۔ اور الہ (معبود) وہ ہے کہ جس کی اطاعت کی جاتی ہے، نافرمانی نہیں کی جاتی، اس کی ہیبت اور اجلال کے ساتھ، محبت، خوف و امید کے ساتھ، اسی پر توکل کیا جاتا ہے، اسی سے مانگا جاتا ہے اور دعاء کی جاتی ہے، اور یہ ساری کی ساری چیزیں سوائے اللہ کے کسی کے لیے ادا کرنا لائق وزیبا نہیں۔

اسی لیے نبی رحمت ﷺ نے کفار قریش سے یہی کہا:

”قولو لا الہ الا اللہ“

(تم لا الہ الا اللہ کہو)۔

پھر انہوں نے جواب میں کہا:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص:5)

(کیا اس نے تمام معبودات کا ایک معبود بنا دیا، بلاشبہ یہ تو بڑی عجیب بات ہے)[2]

چنانچہ وہ اس کلمہ سے یہ سمجھ گئے کہ بے شک یہ سب بتوں کی عبادت کو باطل قرار دیتا ہے، اور عبادت کو محصور کر دیتا ہے صرف اللہ وحدہ کے لئے۔ جبکہ وہ یہ نہیں چاہتے تھے۔ تو اس معنی سے یہ بات واضح ہوئی کہ لا الہ الا اللہ کا معنی اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ”إفراد الله بالعبادة“ (اللہ تعالی کو اس کی عبادت میں اکیلا جاننا) ”وترك عبادة ماسواه“ (اور اللہ تعالی کے سوا غیروں کی عبادت

---

[1] مسلم کتاب الایمان 23، احمد 6/394۔

[2] أخرجه أحمد (227/1).

کوئی بھی ہو اس کو ترک کرنا، چھوڑنا) جب بندہ کہتا ہے "لا الہ الا اللہ" تو وہ اعلان کرتا ہے اللہ تعالی اکیلے کی عبادت کے وجوب کا، اور اس کے سواہ ہر ایک کی عبادت کے بطلان کا جو بھی ہوں قبر (مزار) ہوں یا اولیاء وصالحین ہوں۔

چناچہ اس بات سے ان لوگوں کا عقیدہ باطل ثابت ہوتا ہے جو قبر پرست ہیں آج ہمارے اس دور میں یا ان جیسے لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا معنی بس یہ ہے کہ اس بات کا اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالی موجود ہے، یا وہ ہی خالق ہے، پیدا کرنے پر قادر ہے اور اس جیسی دیگر باتیں۔

یا پھر بعض دوسرے لوگ جو کہتے ہیں کہ اس کا معنی ہے "لا حاكمية إلا لله" (حاکمیت اعلیٰ نہیں ہے مگر صرف اللہ تعالی کے لئے) اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جو یہ عقیدہ رکھے اور یہ تفسیر کرے لا الہ الا اللہ کی گویا کہ اس نے توحید کا حق مطلقاً ادا کر دیا ہے، اگرچہ وہ جو چاہے کرتا پھرے، غیر اللہ کی عبادت کرے، فوت شدگان کے متعلق یہ عقیدہ رکھے، اور قربانی و نذر و نیاز کے ذریعے ان کا تقرب حاصل کرے، ان کی قبروں کا طواف کرے اور ان کی تربت سے تبرک لے۔

وہ لوگ اس بات کا شعور نہیں رکھتے، کہ بلاشبہ جو پہلے کے کفار عرب تھے پہلے کے اس عقیدہ میں تو وہ ان کے ساتھ ہیں، وہ بھی یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ اللہ تعالی ہی خالق ہے، اور قادر ہے پیدا کرنے پر اور اس بات کا وہ اقرار کرتے تھے، اور وہ غیروں کی عبادت نہیں کرتے تھے مگر صرف اس گمان کے ساتھ، کہ وہ انہیں اللہ تعالی کی نزدیکی کا درجہ دلاتے ہیں اور وسیلہ ہیں اس لئے نہیں کہ وہ پیدا کرتے ہیں یا رزق دیتے ہیں۔

اسی طریقے سے جو حاکمیت ہے وہ لا الہ الا اللہ کے معنی کا محض ایک جزء ہے نا کہ یہ حقیقی اور مطلوب مکمل معنی ہے اس کا۔ چناچہ یہ بات کافی نہیں کہ آپ شریعت کے مطابق حکم کریں، فیصلے کریں، حقوق، حدود اور آپسی جھگڑوں میں، حالانکہ عبادت میں شرک موجود ہو۔

اگر لا الہ الا اللہ کا واقعی یہ معنی ہوتا جس طرح یہ گمان کرتے ہیں، تو پھر رسول اللہ ﷺ اور مشرکین کے مابین یہ نزاع اور جھگڑا نا ہوتا بلکہ وہ جلدی کرتے رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کرنے میں، اگر ان سے صرف یہی کہا جاتا کہ اس بات کا اقرار کرو کہ اللہ تعالی ہی تخلیق کرنے پر قادر ہے، یا اللہ تعالی موجود ہے، یا ان سے کہا جاتا کہ جان، مال اور حقوق وغیرہ کے معاملات میں شریعت کے مطابق فیصلے کرواؤ جبکہ عبادت کے متعلق خاموش رہا جاتا (تو وہ جلدی سے اسے قبول کر لیتے)۔

لیکن وہ جو قوم تھی وہ اہل لغت تھے عربی زبان جاننے والے تو اچھی طرح سے سمجھ گئے کہ اگر وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں گے تو گویا کہ انہوں نے اقرار کیا اپنے اصنام (بتوں) کی عبادت کے باطل ہونے کا، اور یہ کلمہ محض زبان سے ادا کردہ کچھ الفاظ نہیں ہیں جس کا کوئی معنی نا ہو، اسی لئے تو وہ اس سے بھاگے، اور کہا:

﴿أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (ص:5)

(اس نے تمام معبودات کا ایک معبود بنا دیا بے شک یہ بہت ہی عجیب بات ہے)

جیسا کہ اللہ تعالی ان کے تعلق سے فرماتا ہے:

﴿اِنَّهُمۡ كَانُوۡۤا اِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ، وَيَقُوۡلُوۡنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوۡۤا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجۡنُوۡنٍ﴾

(سورۃ الصافات:35-36)

(بلا شبہ یہ ایسے لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا لا الہ الا اللہ تو پھر وہ تکبر کر جاتے اور کہتے کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودات کو محض ایک شاعر اور دیوانے کی بات پر)

لہذا انہوں نے لا الہ الا اللہ کا معنی جان لیا، اور یہ بات سمجھ لی کہ لا الہ الا اللہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کے سوا ہر ایک کی عبادت ترک کرنی ہوگی اور اللہ تعالی ہی کے لئے عبادت کو مخصوص کرنا ہوگا۔ اور اگر انہوں نے یہ کہہ لیا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے بتوں کی عبادت پہ بھی چلتے رہے تو یہ تناقض اور تضاد ہوگا خود اپنی ہی بات کے ساتھ، جبکہ وہ تضاد و تناقض کو معیوب سمجھتے تھے۔ لیکن آج اس کے برعکس معاملہ ہے کہ جو قبر پرست ہیں وہ اس بدترین تضاد میں مبتلا ہیں اور اسے کوئی عیب بھی نہیں سمجھتے۔ چناچہ یہ کہتے ہیں لا الہ الا اللہ پھر فوت شدگان کی عبادت کرکے اور مختلف انواع واقسام کی عبادات کے ذریعے مزاروں کا تقرب حاصل کرکے اس کو توڑ دیتے ہیں جس کا انہوں نے اقرار کیا ہے، تو حیف ہے ایسے افراد پر کہ جن سے بڑھ کر ابو جہل اور ابو لہب تک لا الہ الا اللہ کا معنی جاننے والے تھے!

حاصلِ کلام یہ ہے: جس نے بھی یہ کلمہ کہا اس کے معنی کو اچھی طرح جانتے ہوئے، اور ظاہری اور باطنی اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے جیسے شرک کی نفی کرنا اور اللہ تعالی کی عبادت کا اثبات کرنا، اور جو کچھ اس کلمے کے اندر باتیں پائی جاتی ہیں اس کے جازم اور پختہ عقیدہ کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونا، تو ایسا شخص حقیقی طور پر مسلمان ہے۔

اور جس نے محض زبان سے کہا اور اس کے تقاضوں پر عمل کیا ظاہری طور پر، لیکن جس چیز پر دلالت کرتا ہے یہ کلمہ اس کے مطابق عقیدہ نا رکھا دل میں تو وہ منافق ہے۔

اور جس نے اسے زبان سے کہا اور اس کے برخلاف عمل کیا جیسا کہ شرک جو اس کے منافی ہے اس پر عمل پیرا ہوا، تو وہ مشرک ہے تضاد کا شکار ہے۔

لہذا ضروری ہے کہ زبان سے اس کی ادائیگی کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے معنی کی معرفت حاصل ہو کیوں کہ وہ ہی وسیلہ بنتا ہے اس کے تقاضوں پر عمل کرنے کا۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَـقِّ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ﴾ (الزخرف:86)

(سوائے ان لوگوں کے جو حق بات کی گواہی دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ علم بھی رکھتے ہیں)

اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا کیا ہے؟ وہ اللہ تعالی کی عبادت کرنا ہے اوراللہ تعالی کے سواہر ایک کی عبادت کاانکار کرناہے اور یہی وہ مقصود وغایت ہے جو اس کلمہ سے حاصل ہوتی ہے۔

اورلا الہ الااللہ کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کی جو شریعت ہے اس کی عبادات میں، معاملات، میں حلال وحرام میں انہیں قبول کرنااوراس کے سوا جتنی بھی تشریعات ہیں ان کاانکار کرنا۔

اللہ تعالی کافرمان ہے:

﴿اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ﴾(الشوریٰ:21)

(کیاان کے ایسے شرکاءہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں ایسی شریعت سازی کی ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے نہیں دی)

تولازمی ہے کہ ہم اللہ تعالی کی شریعت کو عبادات،اور معاملات میں لوگوں کے مابین فیصلوں میں جس میں بھی ان کااختلاف ہواپنے شخصی احوال میں، یااس کے علاوہ، سب میں اللہ تعالی کی شریعت کو قبول کریں،اور جتنے بھی وضعی وخود ساختہ قوانین ہیں ان کاانکار کریں۔اس کامطلب یہ ہے کہ عبادات کے تعلق سے جتنی بھی بدعات وخرافات ہیں جو شیاطینِ انس وجن نے ایجاد کیں اور رواج دیں ان کاہم انکار کریں اور جس کسی نے ان میں سے کسی بھی چیز کااقراراور قبول کیاتووہ مشرک ہے۔جیساکہ اسی آیت میں اللہ تعالی کافرمان ہے

﴿اَمۡ لَهُمۡ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوۡا لَهُمۡ مِّنَ الدِّيۡنِ مَا لَمۡ يَاۡذَنۡۢ بِهِ اللّٰهُ﴾(الشوریٰ:21)

(کیاان کے ایسے شرکاءہیں جنہوں نے ان کے لئے دین میں ایسی شریعت سازی کی ہے جس کی اجازت اللہ تعالی نے نہیں دی)

اور فرمایا:

﴿وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡهُمۡ اِنَّكُمۡ لَمُشۡرِكُوۡنَ﴾(الانعام:121)

(اور اگر تم نے(اس چیز میں)ان کی پیروی کرلی توبے شک تم بھی ضرور مشرکوں میں سے ہو)

اور فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾(التوبۃ:31)

(انہوں نے اپنے احبار(علماء)اور رہبان(درویشوں) کواللہ تعالی کے علاوہ اپنارب بنالیاتھا)

چناچہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت کی توعدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ نے یہ کہا:

”یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! إِنَّا لَسْنَا نَعْبُدُھُمْ، فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَلَیْسُوا یُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَتُحِلُّوْنَہ، وَیُحَرِّمُوْنَ مَا أَحَلَّ اللّٰہُ فَتُحَرِّمُوْنَہ؟ قَالَ: بَلٰی، قَالَ: فَتِلْكَ عِبَادَتُھُمْ“[3]

(اے اللہ کے رسول! بے شک ہم تو ان کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ حلال کرتے اس چیز کو جو اللہ تعالی نے حرام قرار دی ہے تو تم اسے حلال جانتے، اوراسی طرح وہ حرام کرتے اس چیز کو جو اللہ تعالی نے حلال بنائی ہے تو تم اسے حرام جانتے، توانہوں نے کہا: ہاں ایسا تو تھا، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہی تو ان کی عبادت کرنا ہے)۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معصیت میں ان کی اطاعت کرنا غیر اللہ کی عبادت قرار دیا گیا، اوراس طریقے سے ہی انہوں نے انہیں اپنا رب بنالیا جیسا کہ اس امت میں بھی یہ حال ہے، چناچہ یہ شرکِ اکبر میں سے ہے اور اس توحید کے منافی ہے جو لا الہ الا اللہ کی جو شہادت اور گواہی ہم دیتے ہیں اس کا مدلول ہے۔۔۔ تو یہ بات واضح ہوئی کہ جو کلمۂ اخلاص ہے وہ ان تمام چیزوں کی نفی کرتا ہے جو بھی اس کلمہ کے مدلول کے منافی ہوں۔

اسی لئے لازم ہے کہ ہم یہ جو شریعت کے مخالف بنائے ہوئے قوانین ہیں اسے مسترد کریں کیوں کہ بلاشبہ واجب ہے ہر انسان پر کہ وہ اپنے فیصلے کتاب اللہ کی طرف لے کر جائے، اوراس کے علاوہ جتنے بھی بشری نظام و قوانین ہیں انہیں چھوڑ دے۔

اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ (النساء:59)

(اگر تم کسی چیز میں اختلاف و تنازع کرو تو اسے پھیر دو اللہ تعالی اوراس کے رسول کی طرف)

اور فرمایا:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ إِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ﴾ (الشوریٰ:10)

(اس بارے میں تم جس چیز میں اختلاف کرو تو اس کا حکم اللہ تعالی کی طرف لوٹے گا)

اوراللہ تعالی نے ان لوگوں پر کفر کا حکم لگایا جو اللہ تعالی کے نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، اسی طرح ظلم اور فسق کا حکم بھی ان پر لگایا، اوران سے ایمان کی نفی کی جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالی کی نازل کردہ شریعت

[3] أخرجه الترمذي 3095.

کے علاوہ حکم کرنا، اگر وہ حکم کرنے والا حاکم اسے حلال وجائز سمجھتا ہے یا اسے اللہ تعالی کے حکم سے زیادہ بہتر اور قابل عمل سمجھتا ہے تو یہ کفر اور شرک ہے جو توحید کے منافی ہے، اور لا الہ الا اللہ کلمے کا جو اقرار ہے اس کی مکمل طور پر ضد ہے۔

لیکن اگر وہ اس کو مباح (حلال وجائز) نہیں سمجھتا، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کے بلاشبہ اللہ تعالی کا حکم ہی ہے کہ جس کی جانب فیصلہ لے جانا واجب ہے اور حکم کرنا۔ لیکن اس کی خواہشِ نفس اس کو اس کی مخالفت پر ابھارتی ہے تو یہ کفرِ اصغر اور شرکِ اصغر ہے جو لا الہ الا اللہ کے معنی اور اس کے تقاضے کے متضاد ہے۔

لہٰذا لا الہ الا اللہ، ایک مکمل منہجِ حیات ہے کہ یہ واجب ہے ایک مسلمانوں کی پوری زندگی میں اس کا اثر ہو، اور تمام عبادات اور تصرّفات میں، یہ محض کوئی لفظ نہیں ہے کہ زبان سے صرف برکت کے لئے اسے پڑھا جائے، یا ورد کیا جائے صبح اور شام جبکہ اس کے معنی کو نا سمجھا جائے، اس کے تقاضوں کے مطابق عمل نا کیا جائے، اور اسی کے مطابق اپنا منہج اور زندگی نا گزاری جائے۔ جیسا کے بہت سارے لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف زبان سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا جائے، لیکن وہ اپنے عقیدہ میں اور اپنے تصرُّفات میں اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ کے تقاضوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کے اسماء وصفات، جو خود اللہ تعالی نے اپنے لئے بیان کیے یا اس کے رسول ﷺ نے اس کے لیے بیان کئے انہیں ثابت مانا جائے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾

(اعراف:180)

(اور اللہ تعالی ہی کے لیے اسماء حسنیٰ (پیارے اور خوبصورت) نام ہیں تم انہیں کے ذریعے اسے پکارو، اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد اختیار کرتے (صحیح راہ سے ہٹ جاتے) ہیں، وہ عنقریب اپنے کیے کی سزا پائیں گے)

تو شیخ فتح المجید میں فرماتے ہیں کہ:

الحاد کی جو اصل ہے کلام عرب میں وہ قصد سے عدول اختیار کرنا یعنی صحیح راستے سے ہٹ جانا اور دوسری طرف مائل ہو جانا، یا ظلم وجور اور انحراف اختیار کرنا ہے۔ چناچہ جو رب تعالی کے اسماء (نام) ہیں وہ سارے کے سارے ایسے نام بھی ہیں اور اوصاف بھی ہیں جس کے ذریعے سے اللہ تعالی نے اپنا تعارف اپنے بندوں سے کروایا ہے جو اس کے کمال پر دلالت کرتے ہیں۔

آگے آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

الحاد مختلف طریقوں سے ہو سکتا ہے یا تو اس کے ناموں اور صفات کا انکار کر دیا جائے، یا ان کے جو معنی ہیں ان کا انکار ہو اور تعطیل ہو، یا پھر اس کی تحریف ہو جو صحیح اور صواب بات ہے اس سے ہٹ کر اور جو برحق بات ہے اس سے باہر نکال کر اس کی تاویلات کی جائیں، یا پھر اسے اٹھا کے مخلوقات کے نام بنا دیئے جائیں جیسا کہ اہل اتحاد (وحدۃ الوجود کا عقیدہ رکھنے) والے لوگوں

کاالحاد ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالی کے اسماء و صفات کو اس کائنات کے اسماء بنادیتے ہیں خواہ کائنات کی محمود چیزیں ہوں یا مذموم۔۔۔اھ

چناچہ جس نے بھی اللہ تعالی کے ناموں اورصفات کے تعلق سے الحاد اختیار کیا، تعطیل (انکار) کے ذریعے ہو، یا تاویل یا تفویض(یعنی ہم اس کا معنی بھی نہیں جانتے) کے ذریعے ہو، لہذا وہ یہ عقیدہ نا رکھے جس پر یہ اس کے جلیل القدر معانی دلالت کرتے ہیں جیسے جہمیہ ہیں، یا معتزلہ اوراشاعرہ وغیرہ، تو وہ(اس قسم کی تعطیل، تاویلات و تفویض سے)لا الہ الا اللہ کے مدلول کی مخالفت کرتے ہیں، کیوں کہ جو الہ (معبود) ہوتا ہے وہی ذات ہے جسے پکارا جاتا ہے اوراس کے نزدیکی کا وسیلہ اختیار کیا جاتا ہے اس کے ناموں کے ذریعے اوراس کی صفات کے ذریعے جس طرح اللہ تعالی نے خود اپنے بارے میں ذکر فرمایا ہے۔ پس جس کے کوئی اسماء ناہوں نہ کوئی صفات تو پھر وہ الہ کیسے ہو سکتا ہے، اور کیسے اسے پکارا جاسکتا ہے اور کس چیز کے ساتھ اسے پکارا جائے گا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ لوگوں نے بہت سارے احکام کے تعلق سے تنازع کیا ہے اختلاف کیا ہے۔ لیکن آیاتِ صفات کے تعلق سے اختلاف نہیں کیا اوراس کے متعلق جتنے بھی اخبار ہیں اس میں سے کسی بھی ایک مقام پر اختلاف نہیں کیا بلکہ تمام صحابہ تابعین کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ وہ ان کا اقرار کرتے ہیں، اور یہ جس طرح آئے ہیں اسی طرح انہیں تسلیم کرتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ ان کے معنی کا فہم بھی رکھتے ہیں، اوراس کی جو حقیقت ہے اس کا اثبات بھی کرتے ہیں جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جتنی بھی چیزیں بیان ہوئیں ہیں واضح طور پر کتاب و سنت میں ان میں سے سب سے زیادہ واضح طور پر یہ چیز(اللہ تعالی کے اسماء وصفات)بیان ہوئے ہیں، اوران کے بیان کرنے کا جو اہتمام ہے وہ سب سے زیادہ کیا گیا ہے۔ کیوں کہ یہ شہادتین کے حق کی کماحقہ ادائیگی میں شامل ہے، اوران کا اثبات کرنا توحید کے لوازم میں سے ہے۔ تو اللہ عزّوجلّ نے اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کافی شافی بیان کیا ہے اس طور پر کہ اس میں کسی بھی قسم کا اشکال وابہام باقی نہیں رہ جاتا۔

جبکہ جو احکام کے متعلق آیات ہیں قریب ہے کہ ان کا معنی صرف خاص لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن جو صفات کے متعلق آیات ہیں تو اس کے معنی کے فہم میں سب مشترک ہیں چاہے خاص لوگ ہوں یا عام یعنی اس سے ہماری مراد اس کا جو اصل معنی ہے وہ نا کہ اس کی کیفیت اور کُنہ (وہ تو اللہ سبحانہ وتعالی کے سپرد ہے)۔

اسی طرح آگے فرماتے ہیں کہ:

یہ بات بلکل معلوم ہے فطرت ، عقلِ سلیم اورآسمانی کتب سے کہ جو بھی ہستی صفاتِ کمال سے عاری ہو تو وہ الہ نہیں ہو سکتی، نا مدبّر ہو سکتی ہے نا ہی رب، بلکہ وہ مذموم ، معیوب اور ناقص ہو گی، اس کے لئے حمد نہیں، نا شروع میں نا آخر میں، بلکہ الحمد "ہر قسم کی تعریف" شروع میں اور آخر میں اس ہستی کے لئے ہے جس کی صفاتِ کمال اور عظمت و جلالت والی تعریفیں

ہوں کہ جس کی وجہ سے وہ حمد و ثناء کا مستحق ہو۔ اسی لئے جو سلف صالحین ہیں انہوں نے اپنی ان کتابوں کے نام جو انہوں نے سنت پر، ربّ عزّوجل کی صفات کو ثابت کرنے، اللہ تعالی کے اپنی مخلوقات سے بلند ہونے اور اللہ تعالی کا کلام کرنا اور اس سے ہم کلام ہونا وغیرہ کو توحید کا نام دیا۔ کیوں کہ اس کی نفی کرنا یا انکار کرنا یا اس سے کفر کرنا گویا کہ وہ پیدا اور تخلیق کرنے والے کا انکار کرنا ہے اور اس سے سرکشی اختیار کرنا ہے۔ جبکہ اس کی توحید یہ ہے کہ آپ اس کی جتنی بھی صفات کمال ہیں اس کو ثابت کریں اور ساتھ ہی ساتھ اس کو پاک قرار دیں ہر قسم کی تشبیہ، نقص اور عیب سے۔

تصدیق نامہ

مندرجہ بالا مواد توحیدِ خالص ڈاٹ کام کی جانب سے نظر ثانی کیا گیا ہے اور ہمارے علم کے مطابق اس میں کتاب وسنت اور فہم سلف صالحین کے مخالف کوئی بات مندرج نہیں۔ آپ اگر ٹائپنگ وغیرہ میں کوئی بھی غلطی محسوس کریں تو ضرور مطلع فرمائیں۔ اسی طرح سے اگر ترجمے میں کسی بھی قسم کی غلطی، تضاد، نقص یا ابہام پائیں، یا پھر اصل عربی متن کے مقتضی کے خلاف کوئی اور معنی ومفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہو، یا پھر تیار کردہ مواد میں کوئی بھی بات قرآن وسنت اور فہم سلف صالحین کے خلاف ہو تو ضرور ہمیں مطلع فرمائیں info@tawheedekhaalis.com اور براہ مہربانی غلطی کی نشاندہی مکمل حوالے کے ساتھ کی جائے تاکہ فوری اصلاح ممکن ہو۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی آپ کے دینی مسائل کا جواب یا فتوی دینے کا مجاز نہیں بلکہ اس سلسلے میں علماء کرام سے براہ راست رابطہ کیا جائے۔ البتہ اگر آپ کے پاس کوئی مفید تجاویز ہوں تو ہم اس پر ضرور غور کریں گے۔